شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ ترجمہ: مولانا سیف الرحمٰن الفلاح بی اے

قسط نمبر ۱۰

جاہ وغیرہ کے ساتھ سوال کرنا بدعت ہے

تیسری قسم یہ ہے کہ وہ کہے کہ میں فلاں شخص کی جاہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں یا فلاں شخص کی برکت یا حرمت کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ میرا یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا دو۔ جیسے اکثر جاہل لوگ کرتے ہیں۔ مگر ایسے کہنا کسی صحابی یا تابعی سے منقول نہیں۔ ہمارے علماء نے بھی ایسی کوئی روایت بیان نہیں کی جو قابلِ ذکر ہو ہاں البتہ فتاویٰ ابو محمد بن عبدالسلام میں ایسا فتویٰ مذکور ہے۔ انھوں نے فتویٰ دیا ہے کہ ماسوا نبی کے کسی کا نام لے کر ایسا سوال کرنا ہرگز جائز نہیں بشرطیکہ یہ حدیث درجہ صحت سے گری ہوئی نہ ہو۔ اس استغفار کا مفہوم نسائی اور ترمذی وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرام کو یوں دعا سکھائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ یَقْضِیْھَا لِیْ۔ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔[1]

الٰہی! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو مجسمۂ رحمت ہیں ان کا وسیلہ پکڑتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو بطور وسیلہ پیش کرتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت کو پورا فرمائے۔ یا الٰہی میرے متعلق ان کی سفارش قبول فرما۔

اس حدیث سے علماء کے ایک گروہ نے توسل بالنبی کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، خواہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہو یا وفات کے بعد ہو۔ وہ کہتے ہیں توسل میں مخلوق کو پکارا نہیں گیا اور نہ مخلوق سے مدد طلب کی گئی۔ وہ تو صرف دعا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں فریاد رسی۔

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۱۹ بحوالہ ترمذی۔ اس مفہوم کی روایت الفاظ میں اختلاف ہے۔

کی درخواست ہے لیکن جاہ کے ساتھ سوال ہے۔

جیسے سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے خارج دعا یوں سکھلائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَلَا بَطِرًا وَلَا رِیَاءً وَلَا سُمْعَۃً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ اَسْأَلُكَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ[1]

الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں سوال کرنے والوں کے حق کے ساتھ جو تجھ پر ہے اور میرے اس چلنے کے حق کے ساتھ۔ میں گھر سے متکبر بن کر نہیں نکلا اور نہ ریاکاری اور دکھلاوے کی غرض سے نکلا ہوں۔ میں تو صرف تیرے غضب سے بچنے اور تیری رضا حاصل کرنے کی غرض سے نکلا ہوں۔ میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ مجھے آگ سے بچائیے اور میرے گناہ معاف فرمائیے۔ تیرے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا کوئی نہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اس نے سائلین کے حق اور نماز کی طرف جانے کے حق کے ساتھ اللہ سے سوال کیا ہے اور اللہ نے اپنے ذمے کچھ حقوق مقرر کیے ہیں۔

جیسے اللہ سبحانہٗ نے فرمایا:

وَكَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (الروم ع۵)

مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمے واجب ہے۔

نیز فرمایا:

كَانَ عَلٰی رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا۔

یعنی وعدہ پورا کرنا تیرے پروردگار کی ذمہ داری ہے۔

نیز صحیحین میں حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

---

[1] ابن ماجہ

یَا مُعَاذُ اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ۔ قَالَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔ قَالَ حَقُّ اللّٰہِ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یَّعْبُدُوْہُ وَلَا یُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا۔ اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَاِنَّ حَقَّھُمْ عَلَیْہِ اَنْ لَّا یُعَذِّبَھُمْ۔ [1]

بتاؤ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے، وہ کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اللہ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرائیں۔

پھر پوچھا بتاؤ جب بندے مذکور کام کو ادا کریں تو ان کے اللہ پر کیا حقوق ہیں؟ پھر آپ نے خود ہی جواب فرمایا کہ ان کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ کرے۔

اس کے علاوہ کئی اور حدیثوں میں ذکر ہے کہ اللہ پر بندوں کے یہ اور یہ حق ہیں۔ جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃٌ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَاِنْ عَادَ فَشَرِبَھَا فِی الثَّالِثَۃِ اَوِ الرَّابِعَۃِ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَّسْقِیَہٗ مِنْ طِیْنَۃِ الْخَبَالِ۔ قِیْلَ وَمَا طِیْنَۃُ الْخَبَالِ قَالَ عُصَارَۃُ اَھْلِ النَّارِ۔ [2]

جو شخص شراب پیتا ہے اس کی چالیس روز تک نماز درجۂ قبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔ پھر اگر وہ اس گناہ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے لیکن اگر بار بار پیئے تو تیسری یا چوتھی مرتبہ شراب پینے کے بعد اللہ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ اسے طینۃ الخبال پلائے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا یہ دوزخی لوگوں کے جسم سے زرد آب، خون وغیرہ نکلا ہوگا۔

دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ مذکورہ بالا دلائل سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اور آپ کی عدم موجودگی کی حالت میں توسل کے جواز کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس سے

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۴ بحوالہ صحیحین۔ اسی مفہوم کی روایت ہے۔

[2] مشکوٰۃ جلد ثانی صفحہ ۳۱۷ بحوالہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ اسی مفہوم کی روایت ہے۔

صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے موجود ہونے کی صورت میں توسّل کا ثبوت ملتا ہے۔

جیسے صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت عباسؓ کے توسّل سے بارش کی دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا اِذَا اُجْدِبْنَا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا [1]

یا الٰہی! جب ہم خشک سالی میں مبتلا ہوتے تھے تو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا توسّل پکڑتے تھے تو تُو ہم پر بارانِ رحمت نازل فرماتا تھا۔ (اب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اس لیے) تیری بارگاہ میں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کو بطور توسّل پیش کرتے ہیں بس تو ہم پر ابرِ رحمت نازل فرما۔

چنانچہ بارش ہو جاتی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ توسّل سے کیا مراد ہے؟ ان کا توسّل یہ تھا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں۔ چنانچہ آپ دعا فرماتے اور آپؐ کے صحابہ کرام بھی آپؐ کے ہمراہ دعا کرتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اور دعا کو وسیلہ بناتے تھے۔

جیسے صحیح حدیث میں حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ،

ایک شخص جمعہ کے دن مسجد کے دروازہ سے جو دارالقضا کے نزدیک تھا مسجد میں داخل ہوا۔ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے وہ آدمی کھڑا ہو کر آپؐ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

اے اللہ کے رسولؐ! مال ہلاکت کی نذر ہو گیا اور بارش کی کثرت کی وجہ سے راستے بند ہو گئے۔ آپ اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ بارش بند ہو جائے چنانچہ آپؐ نے اپنے دونوں دست مبارک اوپر اٹھائے اور یوں دعا فرمائی۔

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۳۲ بحوالہ بخاری۔

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔ اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔

الٰہی ہم پہ بارش نہ برسا۔ ہمارے اردگرد بارش برسا۔ الٰہی! ٹیلوں پر، پہاڑوں کی چوٹیوں پر، وادیوں میں اور درختوں کے نشو ونما پانے کی جگہ پر بارش برسا۔

وہ صحابی بیان کرتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ بادلوں کا قلع قمع ہو گیا اور سورج نکل آیا اور ہم دھوپ میں چلنے لگے۔

تو اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپؐ ہمارے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ بارش کو بند کر دے۔

ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا۔
میں ابوطالب کا قول نقل کرتا ہوں جو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ذکر کیا۔ پھر یہ شعر پڑھا:

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

وہ سفید چہرے والے جن کے رخ انور کے ذریعے بارش طلب کی جاتی ہے جو تیموں کی فریادرسی کرنے والے اور بیوہ عورتوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

تو یہ تھا ان کا استسقاء وغیرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے توسل پکڑنا۔ جب آپؐ دنیا سے رحلت فرما گئے تو انھوں نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا کرتے اور بارش طلب کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یا آپؐ کی عدم موجودگی کی حالت میں کسی صحابی نے آپؐ کے ذریعے بارش طلب نہیں کی۔ اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کے پاس اور نہ کسی اور بزرگ کی قبر کے پاس جا کر انھوں نے بارش کی دعا کی۔

اسی طرح حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے یزید بن اسود جرشی کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرائی اور کہا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَيْكَ بِخِيَارِنَا۔

الٰہی! ہم اپنے میں سے پسندیدہ اور نیک لوگوں کی سفارش تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور اس کے ساتھ لوگوں نے بھی دعا کی۔ چنانچہ بارش ہو گئی۔

اس لیے علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ امر مستحب ہے کہ نیک اور صالح لوگوں سے بارش کی دعا کرائی جائے۔ اگر وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہوں تو سونے پر سہاگہ ہے۔ مگر کسی عالم نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد یا کسی صالح شخص کے انتقال کے بعد یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں آپ کے توسّل اور استسقاء کی دعا کرانا جائز ہے۔ نیز وہ اس بات کو مستحب تصور نہیں کرتے تھے کہ بارش اور نصرت وغیرہ کی دعا ان سے کرائی جائے حالانکہ وہ عبادت کا مغز ہے۔

عبادت کی بنیاد سنت اور اس کی اتباع پر ہے۔ اس کی بنیاد خواہشات کی پیروی اور بدعات پر نہیں۔ اللہ کی عبادت یوں کرنی چاہیے جیسے اس نے مشروع قرار دی ہے اپنی خواہشات، آراء اور بدعات کے ساتھ اس کی عبادت کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ
(الشوریٰ ع ۳)

کیا ان مشرک لوگوں نے رب تعالیٰ کے شریک بنائے ہوئے ہیں ان کے لیے ایسی باتیں مشروع قرار دی ہیں جن کا اللہ عزوجل نے حکم نہیں فرمایا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔

اپنے رب کو تضرع اور عاجزی سے پکارو اور آہستہ پکارو۔ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اس امت (یعنی میری امت میں) کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو دعا اور وضو میں زیادتی کریں گے۔

شرک کی ایک قسم یہ بھی کہ جب کسی آدمی کو کوئی تکلیف پہنچے یا کسی شے کا خوف لاحق ہو تو اللہ کو چھوڑ کر اپنے شیخ کو مدد کے لیے پکارے[1] تاکہ اسے تثبیت قلب حاصل ہو۔ یہ نصاریٰ کے دین کی مانند ہے کیونکہ دکھ اور سکھ کا مالک اللہ عز وجل ہے جیسے فرمایا:

إِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ (یونس ع)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو اللہ تکلیف دینا چاہے تو اس کا مداوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر وہ آرام و راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل و کرم کو روکنے کی کسے مجال ہے۔

نیز فرمایا:

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ (فاطر ع)

اللہ عز وجل جب لوگوں کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہے تو اسے بند کرنے کی کسی کو مجال نہیں اور جب اپنی رحمت کو روک لے تو اس کے بعد کسی کو ہمت نہیں کہ اس پر رحمت بھیجے۔

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ (الانعام ع)

اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دریافت کیجیے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب نازل ہو جائے یا قیامت برپا ہو جائے تو کیا تم غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم اپنی بات میں سچے ہو؟ بلکہ ایسے موقعہ پر تم اسی کو پکارتے ہو۔ تو اللہ عز وجل اگر چاہتا ہے تو تمہاری مصیبت کو رفع کرتا ہے۔ مصیبت کے موقع پر جو تم نے اللہ کے

---

[1] جیسے مشرک لوگوں نے وظیفہ بنایا ہوا ہے۔ امداد کن امداد کن، در دین و دنیا شاد کن، از بند غم آزاد کن، یا شیخ عبد القادرا۔

شریک بنائے ہوتے ہیں سب کو بھول جاتے ہو۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا (بنی اسرائیل ع)

(اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو کہہ دیجیے کہ جو تم نے اللہ کے شریک ٹھہرا رکھے ہیں ان کو پکارو تو سہی (کیا وہ تمہاری کسی تکلیف کا ازالہ کرتے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ) وہ تمہاری کسی تکلیف کا ازالہ تو کجا اس میں تخفیف کرنے پر قادر نہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا (بنی اسرائیل ع)

یہ لوگ (جن کو یہ پکارتے ہیں) خود اللہ کو پکارتے ہیں اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے وسیلہ کے متلاشی ہیں کہ کونسا وسیلہ اللہ کے زیادہ قریب کرنے والا ہے۔ وہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ تیرے رب کا عذاب واقعی ایسا ہے کہ اس سے ڈرنا چاہیے۔

تو ان آیات میں یہ بات ذکر کی کہ جن فرشتوں، نبیوں وغیرہ کو یہ پکارتے ہیں وہ کسی تکلیف کو رفع کرنے یا اس میں کمی کرنے پر قادر نہیں ہیں۔

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں شیخ کو اس لیے پکارتا ہوں تاکہ میرا سفارشی ہو تو یہ نصاریٰ کی مثل ہے۔ وہ حضرت مریم اور اپنے علماء اور درویشوں کو پکارتے تھے اس کے برعکس مومن مرد ہمہ وقت اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے اور اسی کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ وہ صرف اسے پکارتا ہے اور خالص اسی کی عبادت کرتا ہے۔ شیخ کا حق تو یہ ہے کہ اس کے لیے دعا کرے اور اس کی حالت پر رحم کھائے۔ سب مخلوق سے اعظم ہستی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کے اوامر اور قدر و منزلت سے خوب واقف تھے اور آپؐ کے حکم کے سب سے زیادہ فرمانبردار تھے۔ آپؐ نے کسی صحابی کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ جب خوف و ہراس طاری ہو تو اس وقت یوں کہو اے میرے آقا۔ اے اللہ کے رسولؐ! کسی نے آپؐ کی زندگی میں یا آپؐ کی وفات کے بعد ایسا کام ہرگز نہیں کیا۔

بلکہ آپ تو حکم فرماتے ہیں کہ ایسے موقع پر اللہ کو یاد کرو اور آپ ان کے حق میں دعا فرماتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ (آل عمران ع)

(یہ مومن وہ لوگ ہیں) جن کو لوگ کہتے ہیں کہ (تم پر حملہ کرنے کے لیے) لوگ اکٹھے ہو چکے ہیں اس لیے ان سے ڈرو (لیکن وہ نہیں ڈرتے بلکہ) ان کا ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے چنانچہ (جنگ و جدال کے موقعہ پر) اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ واپس لوٹتے ہیں۔ انھیں گزند نہیں پہنچتی۔ وہ اللہ کی رضا کے مطابق عمل پیرا رہے ہیں (اللہ کے ہاں فضل و کرم کی کوئی کمی نہیں) وہ تو فضل عظیم کا مالک ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ کلمہ[1] حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت کہا تھا جب کہ ان کو منجنیق نمرود میں پھینکا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا جب کہ لوگوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کرامؓ کو ڈرایا (اور کہا کہ تمام لوگ تمہارے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے تیاریاں کر رہے ہیں۔

صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت کے موقع پر یہ دعا کیا کرتے تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ[2]

یہ روایت بھی مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو بھی یہ دعا سکھلائی۔

---

[1] حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ [2] مشکوٰۃ جلد اول ص ۲۱۲ بحوالہ صحیحین۔

سنن میں یہ حدیث مذکور ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو یوں دعا فرماتے۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔[1]

ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کو یہ دعا سکھلائی اور فرمایا یوں کہا کرو۔

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَانِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّلَا اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ۔

صحیح ابو حاتم بستی اور مسند امام احمدؒ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندے کو حزن و ملال گھیر لے تو یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِيَتِيْ بِيَدِكَ مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُكَ۔ اَسْاَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ۔ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ وَغَمِّيْ۔

اس دعا کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس سے رنج و غم کو دور کر دیتا ہے اور اس کے عوض اسے مسرت اور شادمانی دکھلاتا ہے۔

یہ بات سن کر صحابہ کرام کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا ہم اس دعا کو سیکھ لیں؟ آپ نے جواب فرمایا جو اسے سنے اسے چاہیے کہ اسے یاد کرلے۔

نیز اپنی امت کے لیے فرمایا۔

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کی زندگی اور موت کا ان پر اثر نہیں ہوتا بلکہ ان کو گرہن اس لیے لگتا ہے تاکہ اللہ اپنے بندوں کو ڈرائے۔ جب تم سورج اور چاند کا کسوف اور خسوف کا منظر دیکھو تو فوراً تمام کام کاج کو چھوڑ کر

---

[1] ترمذی جلد ۷ صفحہ ۱۹۔

دوڑتے ہوئے نماز کے لیے آؤ، مسجد میں آکر نماز پڑھنے کے علاوہ اللہ کا ذکر کرو اور استغفار پڑھو۔

تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقع پر نماز پڑھنے، دعا کرنے ذکر کرنے اور صدقہ وخیرات کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لیکن یہ حکم نہیں فرمایا کہ ایسے موقع پر اس کی کسی مخلوق فرشتہ، نبی وغیرہ کو پکارا جائے۔

آپ کی سنت مطہرہ میں اس طرح کے بے شمار واقعات مذکور ہیں۔ مگر آپ نے خوف و ہراس کے اس موقع پر وہی حکم فرمایا جس کا اللہ عزّ وجل نے حکم دیا۔ یعنی اللہ کی بارگاہ میں دعا کی جائے۔ اس کا ذکر کیا جائے اور اس سے بخشش طلب کی جائے۔ نماز پڑھی جائے، صدقہ دیا جائے وغیرہ تو مومن مرد اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کیسے شرک کر سکتا ہے؟

جو کام اللہ نے مشروع قرار دیا ہے اور اسی کے رسول نے فرمایا ہے اسے چھوڑ کر بدعت کا راہ کیسے اختیار کر سکتا ہے؟ بدعات دین میں نئی ایجادیں ہیں ان کے متعلق اللہ نے کوئی حکم نہیں دیا۔ یہ مشرکوں اور نصاریٰ کے دین کے مشابہ امور ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ایسا کہنے سے ان کی حاجت پوری ہو جاتی ہے اور اس کے شیخ کی صورت اسے نظر آتی ہے تو ستاروں اور بتوں کی پرستش کرنے والوں پر بھی یہی مثال صادق آتی ہے کیونکہ ان کی بھی حاجات پوری ہوتی ہیں جیسے کہ مشرکوں کی کارگزاری پر روشنی پڑتی ہے۔ داگر ان کی حاجات پوری نہ ہوتیں تو بتوں وغیرہ کی عبادت ہرگز نہ کرتے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ دعا فرماتے ہیں:

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ۔ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ (ابراھیم ع)

الٰہی! مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے محفوظ رکھیے۔ اے میرے پروردگار انھوں نے بے شمار مخلوق کو گمراہ کر رکھا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بعد مکہ مکرمہ میں شرک کا ظہور کیسے ہوا؟

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں عمرو بن خزاعی نے شرک کی داغ بیل ڈالی۔ یہ وہی شخص ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا

گیا۔ آپؐ نے دیکھا کہ وہ دوزخ میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ اس کی آنتیں پیٹ سے باہر لٹک رہی ہیں۔ سوائبت کا سب سے پہلے اس نے رواج ڈالا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں ردوبدل کیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ ملک شام میں گیا وہاں پر بلقار کے علاقہ میں اس نے بتوں کو دیکھا وہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ جلب منفعت اور دفع مضرت کے کام آتے ہیں۔ ان سے متاثر ہو کر یہ ان کو مکہ مکرمہ میں لے آیا اور اہل عرب کے لیے شرک اور بتوں کی عبادت کی داغ بیل ڈالی۔

غیر مشروع دعا کرنے سے مطلب کا حصول اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ کام جائز ہے بسا اوقات جس امر سے روکا جاتا ہے اس کا نقصان اس کی منفعت سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

وہ امور جن کو اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ مثلاً شرک، سحر قتل، زناکاری، جھوٹی شہادت اور شراب خوری وغیرہ۔ ان میں بھی نفس کو فائدہ پہنچتا ہے جس کو وہ نفع تصور کرتا ہے یا مضرت کے ازالہ کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی نفس محرمات کا ارتکاب نہ کرتا کیونکہ جن امور میں کسی حال میں بھی فائدہ نہیں پہنچتا ان کو کرنے کے لیے نفس کب آمادہ ہوتا ہے۔ جہالت کے باعث یا کسی حاجت کی وجہ سے نفس محرمات کا ارتکاب کرتا ہے۔ جو شخص کسی امر کی قباحت اور نہی سے واقف ہوگا وہ یہ امر کیسے کر سکتا ہے؟ جو لوگ ممنوع اور حرام امور کا ارتکاب کرتے ہیں وہ عموماً اس بات سے لاعلم ہوتے ہیں کہ ان میں کیا کیا خرابیاں اور مفاسد ہیں۔ بعض اوقات وہ خود اس کے حاجتمند ہوتے ہیں جیسے شہوانی غلبہ اس کا موجب ہو۔ بعض اوقات اس کی لذت سے نقصان زیادہ ہوتا ہے لیکن وہ اپنی جہالت کی بنا پر اسے سمجھنے سے قاصر رہتا ہے یا خواہشات نفسانی اس پر غالب آجاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کام کو کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ خواہش نفسانی خواہش پرست کو یوں اندھا کر دیتی ہے گویا کہ حق اسے نظر ہی نہیں آتا۔ کیونکہ "حُبُّكَ للشئ یعمی ویصم" یعنی جس چیز سے انسان کو محبت ہوتی ہے وہ اس کے نقائص اور برائیوں سے اندھا ہو جاتا ہے۔

بنابریں ایک عالم شخص اللہ سے ڈرتا ہے۔

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے اللہ کے اس فرمان کا مطلب دریافت کیا۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ ۔ (النساء ع)

یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت اور نادانی کے باعث کسی برے کام کا ارتکاب کرتے ہیں (پھر اس پر اصرار نہیں کرتے بلکہ) جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔

انھوں نے بتلایا ہر وہ شخص جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ نادان اور جاہل ہے اور ہر وہ شخص جو موت سے پہلے پہلے توبہ کر لیتا ہے تو اس نے جلدی توبہ کی۔

یہ مقام تفصیل سے بیان کرنے کا نہیں کہ منہیات میں کیا کیا مفاسد ہوتے ہیں اور مامورات میں کون کونسی مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ایک مومن کے لیے مفاسد اور مصلحتوں کے جاننے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کے لیے اتنا جان لینا کافی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے کرنے کا حکم فرمایا ہے تو کسی مصلحت کی بنا پر فرمایا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے تو اس میں کسی خرابی اور فساد کے باعث اس سے روکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کسی حاجت کی خاطر بندوں کو حکم نہیں دیتا اور نہ بخل کی وجہ سے ان کو منع کرتا ہے بلکہ جو حکم فرماتا ہے اس میں اللہ کی بہتری ہوتی ہے اور جس سے منع کرتا ہے اس کے کرنے میں اس کا نقصان ہوتا ہے۔ بدیں وجہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (الاعراف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیک امور کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے ہیں انھوں نے پاکیزہ اشیاء کو اپنی امت کے لیے حلال ٹھہرایا اور گندی اور ناپاک اشیاء کو حرام قرار دیا۔

کسی نبی یا ولی کی قبر کو ہاتھ سے چھونا، بوسہ دینا اور اس پر چہرہ رگڑنا تمام شرکیہ امور ہیں۔

قبر کو ہاتھ لگانا خواہ کسی نبی یا ولی کی ہو، اسے بوسہ دینا اور اس پر رخسار رگڑنا تمام

امور بالاتفاق ممنوع ہیں۔ امت کے سلف صالحین اور ائمۂ دین ایسے امور سے ہمیشہ اجتناب کرتے رہے کیونکہ یہ سب امور شرکیہ ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا (نوح ع)

انھیں (مشرک) لوگوں نے (آپس میں ایک دوسرے سے) کہا کہ اپنے دیوتاؤں (کی پوجا) کو مت چھوڑنا (خصوصًا) ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی پوجا سے باز مت آنا۔ انھوں نے بے شمار لوگوں کو گمراہ کر رکھا تھا۔

یہ بات پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں صالح اور نیک مرد تھے۔ لوگ ان کی قبروں پر ڈیرے ڈال کر بیٹھ گئے اور کافی دیر تک ان کی مجاورت کی۔ پھر ایک دور آیا کہ لوگوں نے ان کے بت تراشے اور ان کی عبادت شروع کر دی۔

مذکورہ بالا امور کے ساتھ جب میت سے دعا کی جائے اور فریاد کی جائے تو اس کے شرک ہونے میں ذرہ بھر شائبہ نہیں رہتا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ نیز یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ یہ سراسر شرک ہے۔ نیز ہم نے زیارت بدعی، جو نصاریٰ کے مشابہ ہے اور زیارت شرعی میں واضح فرق بیان کیا تھا۔

بڑے لوگوں کے سامنے جھکنا اور زمین بوسی کرنا منع ہے۔ اگر کوئی شخص ایسے کرتا ہو تو اسے روکنا ضروری ہے

بڑے لوگوں مثلاً اپنے شیخ وغیرہ کے سامنے سربسجود ہونا اور زمین بوسی کرنا وغیرہ ایسے امور ہیں جن کے ممنوع ہونے میں کسی امام نے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ غیر اللہ کے سامنے مطلقاً پیٹھ جھکانا ممنوع ہے۔

مسند وغیرہ میں مذکور ہے کہ:

حضرت معاذ بن جبل رضؓ جب ملک شام سے واپس آئے تو آتے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سربسجود ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ اے معاذ یہ کیا کرتے ہو؟ انھوں

نے جواباً عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ملک شام میں کچھ لوگوں کو اپنے پادریوں اور علماء کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے انبیاء نے ہم کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاذ! وہ جھوٹے ہیں۔ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کیونکہ اس کا اس پر بہت حق ہے۔ اے معاذ! بتاؤ اگر تم میری وفات کے بعد میری قبر کے پاس سے گذرتے تو اس پر سجدہ کرتے؟

انھوں نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر تم ایسا مت کرو۔

مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ حدیث بیان کی گئی ہے یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ بیان فرمائے۔ (راوی کو شک ہے)

صحیح حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ،

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے باعث صحابہ کو بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی۔

دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور فرمایا تم میری تعظیم اس طرح مت کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی کرتے ہیں۔ نیز فرمایا جسے یہ پسند ہے کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں تو اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

غور کیجیے! آپ خود بیٹھنے کی صورت میں اپنے صحابہ کرام کو کھڑا رہنے سے منع کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نماز میں تھے تاکہ ان لوگوں کی مشابہت نہ ہو جو اپنے بڑوں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ نیز اس امر کی وضاحت فرمائی کہ جو اس امر کو پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے لیے قیام کریں تو وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔ جب قیام کے معاملہ میں اس قدر سخت وعید ہے تو کسی کو سجدہ کرنے کے متعلق کیا حال ہوگا؟ اور جو شخص اپنا سر کسی کے پاؤں پر رکھتا ہے اور اس کی دست بوسی کرتا ہے اس کا کیا حال ہوگا؟

حضرت عمر بن عبدالعزیز جو زمین پر اللہ کے خلیفہ تھے۔ انھوں نے کچھ مددگار مقرر کیے ہوئے تھے جن کی یہ ڈیوٹی تھی کہ جو شخص اندر داخل ہو اسے زمین بوسی سے منع کیا جائے اور جب کوئی زمین بوسی کرتا اسے منع کرتے، اسے ادب سکھلاتے اور بتلاتے کہ ایسے

امور شریعت میں ممنوع ہیں۔

الغرض قیام، قعود، رکوع اور سجدہ صرف ایک ذات کا حق ہے۔ جو حقیقی معبود ہے۔ جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ مذکورہ بالا تمام امور صرف اللہ کا حق ہے۔ اس میں کسی کا کچھ حصہ نہیں۔ مثلاً۔ غیر اللہ کی حلف جائز نہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ (صحیح بخاری ج ۲ ص۹۸۳)

جو شخص قسم اٹھانا چاہے تو وہ اللہ کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے۔

ایک حدیث میں یوں مذکور ہے:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ[1]

جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے شرک کیا۔

تو تمام عبادات اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے ہیں۔ جیسے فرمانِ ایزدی ہے۔

ان کو تو صرف یہ حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں اور دین یعنی عبادت اس کے لیے خالص کریں ایک طرف میں ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ بس پختہ دین یہی ہے۔ (البینہ)

ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھارے لیے تین امور کو پسند کرتا ہے۔

۱۔ تم اس کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔

۲۔ اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور ٹولے ٹولے مت بنو۔

۳۔ اللہ نے جس کو تم پر حکمران مقرر کیا ہے اس کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کرو۔

اصل عبادت تو اللہ کے لیے دین (عبادت) کو خالص کرنا ہے۔

(باقی آئندہ)

---

[1] ترمذی